بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بنگلا دیش میں پانچ دن (دوسرا سفر) (سنّی رابطے اور خدمات)

تحریر : **کوکب نورانی اوکاڑوی**

امارات ایئرلائنز کا طیارہ EK611 ڈھاکا سے کراچی کی جانب پرواز کر رہا ہے، دو برس پہلے اسی پرواز سے آپ اور آپ کے ذریعے آپ کے مؤقر جریدے کے قارئین کے نام اپنی تحریر میں بنگلا دیش کے کچھ سنی اداروں، تنظیموں اور شخصیات کا تعارف کروایا تھا، آج پھر بنگلا دیش کے پانچ روزہ دورے سے واپسی پر آپ سے مخاطب ہوں- دو برس پہلے شائع ہونے والی میری اس تحریر نے بنگلا دیشی علمائے اہل سنت سے پاک و ہند اور دیگر ممالک کے سنّی علماء و مشائخ کا رابطہ قائم کیا، مطبوعات اور تحریروں کے تبادلے ہوئے، مجھے فی الواقع یہ تفصیل جان کر بہت خوشی ہوئی- ملتان شہر میں منعقد ہونے والی عالمی سنّی کانفرنس میں بنگلا دیش سے بھی علمائے اہلِ سنت تشریف لائے اور پاک و ہند سے بھی اس دوران متعدد علماء و مشائخ بنگلا دیش تشریف لے گئے- ماہ نامہ جہانِ رضا لاہور، ماہ نامہ رضائے مصطفٰی گوجراں والا، ماہ نامہ السعید ملتان اور ماہ نامہ معارف رضا کراچی اب بنگلا دیش کے اکثر علماء میں متعارف ہے اور کچھ تک یہ جرائد پہنچتے بھی ہیں- اللّٰہ کرے کہ یہ رابطے اور بڑھیں اور مضبوط ہوں-

ماہِ صیام ۱۴۲۲ھ سے قبل ہی محترم حاجی ایوب غنی (نگراں امیر دعوتِ اسلامی، بنگلا دیش) اور مولانا قاضی سید ابوالبیان ہاشمی نے ٹیلے فون پر رابطے شروع کر دیئے کہ امان بازار چاٹ گام میں منعقد ہونے والی سالانہ سنّی کانفرنس میں وہ مجھے بلانا چاہتے ہیں، انہوں نے گزشتہ برس بھی رابطہ کیا تھا لیکن ان دنوں میں جنوبی افریقا کے لئے وعدہ کر چکا تھا- میں نے عرض کی کہ ایک مرتبہ حاضر ہو چکا ہوں اور اس لائق نہیں ہوں کہ مجھ پر اتنا خرچ کر کے پھر بلایا جائے- ماہِ صیام میں بھی مسلسل فون آتے رہے اور مولانا بیان ہاشمی اصرار فرماتے رہے بالآخر صرف دو دن کے لئے وعدہ ہو گیا- ۱۰ جنوری جمعرات کو بعد نمازِ عشاء سنّی کانفرنس اور اگلی صبح جمعہ کے خطبہ کے لئے پروگرام طے پا گیا-

کراچی میں بنگلا دیش کا ڈپٹی ہائی کمشن آفس صبح ۹ بجے سے گیارہ بجے تک ویزا کی درخواستیں جمع کرتا ہے جس کے لئے وہاں فجر سے قبل قطار شروع ہو جاتی ہے- ویزا فارم فوٹو کاپی کی صورت میں دفتر کے باہر فروخت ہوتے ہیں- ڈپٹی ہائی کمشن آفس میں آپ کو ملاقات کے لئے فیکس بھیج کر ملاقات کا وقت لینے کا کہا جاتا ہے- آفس کے دروازے پر متعین افراد آپ سے بات کرنے کے بھی رَوادار نہیں ہوتے- آپ آفس میں داخل ہو جائیں تو ڈیڑھ دو گھنٹے کھڑے رہنا معمولی بات ہے کیوں کہ آپ کا کارڈ آفیسر تک پہنچنا آسان نہیں، کارڈ پہنچ جائے تو بھی دیر تک انتظار کرنا ہوتا ہے- اس صورت حال پر ہر ایک برہم ہوتا ہے اور جانے کیا کیا کہتا ہے- محترم ابوظفر صاحب ایک مدت سے کراچی میں ہیں، دو برس پہلے ان سے مل چکا تھا، ان کی یادداشت خوب ہے- مجھے ہائی کمشن آفس میں حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے ایک

قرابت دار (محترم عارف علی خاں) نے پہچان لیا اور ابوظفر صاحب کے سیکریٹری کے ذریعے تعارفی کارڈ بھجوادیا- دریں اثناء محترم سلیمان نینی اور ظفر نینی بھی وہاں آئے- یہ برسوں سے بنگلا دیش کے شہر کُھلنا میں پٹ سن کی تجارت کرتے ہیں- میمن برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کے عقیدت مند ہیں، ہائی کمشن آفس کے عملے کے افراد انہیں پہچانتے ہیں- یوں ان کا سلوک مجھ سے بھی خوش گوار ہوگیا- ابوظفر صاحب نے بلا تاخیر ویزا کی منظوری دے دی- ویزا فارم جمع کروانا بھی ایک مرحلہ تھا جو کم نہیں تھا، عارف علی خاں صاحب کے تعاون سے وہ مرحلہ بھی پورا ہوا اور ظفر نینی صاحب نے ویزا لگوا کر اگلے روز پاس پورٹ مجھے پہنچا دیا- اللّٰہ کریم ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے-

۹ جنوری کی صبح امارات ایرلائنز کی پرواز نماز فجر کے بعد روانہ ہوئی- ایئرپورٹ پر سلیمان نینی اور ظفر نینی صاحبان نظر آئے تو خوشی ہوئی کہ وہ بھی ہم سفر ہیں- ڈھاکا میں اس دن پاکستان کی کرکٹ ٹیم کا کھیل تھا، جناب چشتی مجاہد اُس کا رَواں تبصرہ پیش کرنے کے لئے جا رہے تھے- ڈھاکا ایئرپورٹ پر دخول کی مُہر لگوانا (ایمی گریشن) آسان نہیں لیکن بفضلہٖ تعالےٰ وہ مرحلہ بھی طے ہوا- کسٹم والوں نے گرین چینل سے بآسانی گزار دیا- ڈھاکا ایئرپورٹ سے باہر آئیں تو عوام کا ایک ہجوم سامنے ہوتا ہے- نئے شخص کو اس میں سے گزرنا دشوار ہے- ظفر نینی صاحب کا اس موقع پر ساتھ اور تعاون میرے لئے نعمت تھا- انٹرنیشنل ٹرمنل سے ڈومیسٹک ٹرمنل تک ظفر صاحب کے ایک دوست اپنی کار میں لائے- یہاں دو ایئرلائنز ہیں جو اندرون ملک پروازیں کرتی ہیں- ایک بنگلا دیش انٹرنیشنل ایئرلائنز جسے ''بیمان'' کہا جاتا ہے دوسری ''جی ایم جی''- مولانا بیان ہاشمی نے بتایا تھا کہ یہ ''غلام مصطفیٰ گیلانی'' نام کے ابتدائی حروف ہیں جب کہ ظفر نینی صاحب کے مطابق یہ ''گبول مارکٹنگ گروپ'' کے ابتدائی حروف ہیں- ڈھاکا سے مجھے چاٹ گام جانا تھا اور مولانا بیان ہاشمی صاحب نے فرمایا تھا کہ ڈھاکا ایئرپورٹ پر میرے لئے ٹکٹ لے کر افراد موجود ہوں گے لیکن وہاں کوئی صاحب موجود نہیں تھے- جی ایم جی کی روزانہ ایک پرواز سوا بارہ بجے دن چاٹ گام کے لئے ڈھاکا سے روانہ ہوتی ہے، اس روز بتایا گیا تھا کہ ٹائم ٹیبل تبدیل ہوگیا ہے اور سہ پہر تین بجے سے پہلے کوئی پرواز نہیں- ظفر نینی کی جیسور کے لئے پرواز چار بجے کے بعد جانی تھی، یوں ان کے ساتھ ایئرپورٹ ہی پر نشست رہی اور اولیائے کرام کی باتیں ہوتی رہیں- مجھے بہت تھکن تھی لیکن وہاں اور کوئی پرواز نہیں تھی- ڈھاکا ایئرپورٹ میں توسیع ہو رہی ہے، جی ایم جی کا طیارہ خاصی دور کھڑا تھا، بس وہاں تک لے گئی، طیارہ سامنے آیا تو اس پر ایک نام کندہ دیکھ کر بہت فرحت ہوئی- انگریزی میں جو درج تھا اس کا معنی یہ ہے ''بیاد حضرت بایزید بِسطامی'' - (حضرت سیدنا طیفور بایزید بِسطامی رضی اللّٰہ عنہ کی چلہ گاہ بنگلا دیش کے شہر چاٹ گام میں مشہور ہے-) یہ طیارہ فوکر سے کچھ بڑا ہے- مختصر پرواز کے بعد چٹا گانگ کے ایئرپورٹ پر اترا- دو سال قبل یہ عمارت بہت ناقص تھی- اب نہایت عمدہ تعمیر موجود تھی- سامان آنے میں خاصی دیر لگی- ایئرپورٹ کی عمارت سے نکلا تو جامعہ عالیہ احسن العلوم کے محدث استاد مولانا سلیم الدین حیدر صاحب اور طلبہ استقبال کو موجود تھے، ہار پھولوں سے انہوں نے والہانہ پذیرائی کی، ایئرپورٹ پر جمع ہجوم کے لئے یہ منظر دیدنی تھا- چاٹ گام شہر بہت پھیلا ہوا ہے- بائیس تھانے تھے جن میں چھ کا اضافہ کر دیا گیا ہے- کارخانے بہت ہیں اور اکثر سڑکیں تنگ اور گنجان ہیں لیکن شہری علاقے کی سڑکیں تمام پختہ ہیں- ٹریفک پولیس نیلا آسمانی قمیص اور خاکی پتلون زیبِ تن کرتی ہے اور شام کے بعد ان کے

ہاتھ میں ٹیوب کی شکل کی ایک فٹ لمبی سرخ بتی ہوتی ہے تاکہ گاڑیوں والوں کو اشارے دے سکیں- سائکل رکشا کو وہاں صرف رِکشا اور آٹو رکشا کو ٹیکسی کہا جاتا ہے جو چار، چھ اور آٹھ سواریوں کے ہوتے ہیں- موٹر کار سے زیادہ ویگن کا استعمال پسند کیا جاتا ہے اور ڈرائیور بہت مشاق ہوتے ہیں، ہر کسی کو بہت جلدی ہوتی ہے- ہر طرف ہجوم نظر آتا ہے- لنگی کُرتا عام لباس ہے- پاجامہ کم لوگ پہنتے ہیں- نوجوان قمیص پتلون پسند کرنے لگے ہیں- خواتین کی اکثریت ساڑھی میں ملبوس رہتی ہے- کہا جاتا ہے کہ نکاح سے قبل تک لڑکیاں قمیص شلوار پہن لیتی ہیں مگر شادی کے بعد سبھی خواتین ساڑھی پہنتی ہیں- مولانا بیان ہاشمی نے بتایا کہ بھارتی ماحول اور بے راہ روی پھیلانے کی گزشتہ برسوں میں بہت کوشش کی گئی ہے- ظفر نینی کا کہنا تھا کہ بھارتی فلموں نے یہاں کی لڑکیوں کو بھی بہت خراب کر دیا ہے- شرم وحیا رفتہ رفتہ اُٹھتی جا رہی ہے- چاٹ گام ایئرپورٹ سے مولانا بیان ہاشمی کے مدرسہ احسن العلوم، کُل گاؤں تک پہنچنے میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت لگ گیا- راستے میں حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللّٰہ عنہ کی چلّہ گاہ آئی- احسن العلوم پہنچا تو مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ تمام نے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی گونج میں بہت محبت وعقیدت سے استقبال کیا- یہاں عجیب رواج ہے، سبھی بڑے چھوٹے ملتے ہیں تو پاؤں چھوتے ہیں، مصافحہ کم اور چرن چُھونا زیادہ- مولانا بیان ہاشمی کے بھائی اور عم زاد سبھی سادات ہیں، ان سے عرض کی کہ کوئی سیّد میرے پاؤں ہرگز نہ چھوئے- عصر کی نماز ادا کی، کچھ لمحے بعد نماز مغرب کی اذان ہوگئی، باجماعت مغرب ادا کر کے میں نے دو گھنٹے کی مہلت چاہی کہ مجھ سے بیٹھا بھی نہیں جا رہا تھا- حضرت امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے پاس رہ کر خدمت کرنے والے سید نور صاحب ملے- انہیں میں نے حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ کے وصال کی خبر دی، وہاں کسی کو بھی معلوم نہ تھا، سبھی نے فاتحہ خوانی کی، مغرب کے بعد کچھ دیر میں لیٹ گیا، نیند سے بے دار کرنے کا طریقہ بھی وہاں خوب دیکھا کہ آپ کے قریب آکر بیٹھ جاتے ہیں اور ہلکی سی آہٹ کرتے ہیں- حضرت مولانا بیان ہاشمی آئے تھے، ان کے والد گرامی علم اور عمر میں وہاں کی بزرگ ترین شخصیت ہیں، انہیں وہاں علماء ومشائخ سبھی ''امام اہل سنت'' پکارتے ہیں- حضرت علامہ قاضی سید نور الاسلام ہاشمی سے ملنے گیا وہاں مولانا محمد بدیع العالم رضوی اور مولانا محمد عبداللّٰہ ابن الحاج خیر البشر مرحوم بھی موجود تھے- حضرت بہت محبت وشفقت سے ملے، مجھے پہلی مرتبہ بنگلا دیش مدعُو کرنے والی ہستی حضرت امام اہل سنت ہی کی ہے- وہاں کے احباب حضرت امام اہل سنت ہی سے خصوصی خطیب کا انتخاب کرواتے ہیں اور صدارت بھی حضرت ہی سے کرواتے ہیں- حضرت نے فرمایا کہ جتنے بھی نام سامنے آئے ان سب میں تمہارا ہی انتخاب ہوا، از راہ شفقت حضرت نے وجوہ بھی بیان کیں- میں نے یہی عرض کی کہ یہ سب ان کا حُسنِ ظن ہے اور بزرگوں کی نسبت کا فیضان اور دعاؤں کا ثمر ہے- مجھے بتایا گیا کہ ہفتہ بھر کے پروگرام طے ہو چکے ہیں- میں نے حیرت ظاہر کی کیوں کہ وعدہ تو صرف دو دن کا ہوا تھا- عرض کی کہ میرے بھائی صاحب سال بھر کے بعد وطن آتے ہیں کچھ دنوں کے لئے میں ان کے آنے کے بعد غائب رہوں تو اچھا نہیں لگتا- میں نے اس مرتبہ ایک دن ڈھاکا میں انٹرنیشنل ٹریڈ فیئر کے لئے رکھا تھا اس دن کی قربانی کر دوں گا لیکن قیام کی مدت نہیں بڑھاؤں گا- ۱۴ جنوری کی صبح واپسی ہے، اس میں تبدیلی نہ کی جائے- حضرت سے کچھ باتیں ہوئیں، ان کے ساتھ والے مکان میں ان کے برادرِ اصغر حضرت علامہ قاضی سید امین الاسلام صاحب ہاشمی رہتے ہیں، ان سے ملنے گیا- وہ کچھ علیل ہیں لیکن مرنجاں مرنج شخصیت ہیں- دو برس پہلے میں بنگلا

دیش گیا تھا تو وہ عرب امارات کے دورے پر تشریف لے گئے تھے- وہاں انہیں میری کچھ تقاریر دیکھنے سننے کو ملی تھیں، حضرت نے بہت پذیرائی فرمائی، ان کے فرزندان اور داماد بھی موجود تھے، ان سب کا تعارف گزشتہ سفرنامے میں بیان کر چکا ہوں- ان بزرگوں سے مل کر اپنی اقامت میں آ گیا-

مولانا بیان ہاشمی اور محدث حیدر صاحب نے فرمایا کہ گزشتہ سفر میں تم نے والدینِ رسالت مآب (ﷺ) کے حوالے سے ایک حدیث شریف پر تبادلہ خیال کیا تھا، مجھے یاد آیا کہ ایمان ابوین کریمین کے بارے میں جو روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ حجۃ الوداع کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی قبر شریف پر تشریف لے گئے تھے اور دعا فرمائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے والدین رسالت مآب (ﷺ) کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائے، اس حدیث شریف میں ''حجون'' کا لفظ ہے اور تذکرہ نگاروں نے مکہ مکرمہ کے قبرستان کے لئے ''حجون'' کا لفظ بیان کیا ہے جب کہ ام النبی سلام اللہ علیہا کی قبر شریف ابواء شریف میں ہے - لفظ حجون کے بارے میں اشکال کا ذکر میں نے گزشتہ سفر میں ان حضرات سے بھی کیا تھا کہ شاید انہیں اس بارے میں کوئی تحقیق ہو- مولانا سید ابوالبیان ہاشمی نے بتایا کہ عربی کی مشہور لغت ''المنجد'' میں الحجون کے لفظ کے معنی ''دُور کی مسافت'' کے درج ہیں یوں اس سے مراد مکہ مکرمہ کا قبرستان سمجھنا درست نہیں- علاوہ ازیں انہوں نے ''منیۃ المصلی'' کی شرح المعروف ''صغیری'' دکھائی کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ اذان کے بعد جو دعا کی جاتی ہے اس میں وارزقنا شفاعتہ کے الفاظ سمیت پوری دعا کہاں مذکور ہے؟ تو اس کتابِ صغیری کے ص ۱۹۸ پر وہ پوری دعا موجود ہے، اسی طرح تشہد (التحیات، قعدۂ اخیرہ) میں ہم جو دعا پڑھتے ہیں ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب یہ بھی اسی کتاب کے ص ۱۷۶ پر موجود ہے- میں نے یہ دونوں حوالے بھی نوٹ کر لئے اور ان احباب کا شکریہ ادا کیا- مولانا محمد بدیع العالم رضوی اور مولانا محمد عبداللہ یہ دونوں نوجوان ''رضا اسلامک اکاڈمی'' بنگلا دیش کے کارپرداز ہیں- یہ دونوں جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ چاٹ گام سے فارغ التحصیل علماء ہیں اور مستعد فعال اور بہت ذہین ہیں- وہ دیر تک اس اکاڈمی کی کارکردگی کی تفاصیل سناتے رہے- مولانا محمد بدیع العالم رضوی پاکستان بھی آ چکے ہیں - اس ''رضا اسلامک اکاڈمی'' نے اپنے قیام کے پانچ برس مکمل کر لئے ہیں اور اس مختصر مدت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں- اس اکاڈمی کا دفتر طیبیہ مارکٹ میں قائم ہے جو مولانا محمد عبداللہ کے والد محترم الحاج خیر البشر صاحب نے اکاڈمی کے لئے وقف کیا ہے- اکاڈمی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب کے اخراجات بھی انہوں نے ادا کیے- ''بہارِ شریعت'' کے ابتدائی پانچ حصوں کے تراجم بھی اس میں شامل ہیں- متعدد رسائل اور یادگاری مجلّے یہ اکاڈمی اب تک شائع کر چکی ہے- میری لکھی ہوئی کتاب ''اذان اور درود شریف'' کا بنگالی میں ترجمہ مولانا محمد بدیع العالم رضوی نے کیا اور اسی اکاڈمی نے شائع کیا- طیبیہ مارکٹ کے عقب میں قطعہ اراضی پر مسجد کی تعمیر ہوگی اس کا سنگ بنیاد وہاں نصب ہے، یہ تمام کام یہ دونوں نوجوان اپنے بزرگوں اور ساتھیوں کے تعاون سے انجام دے رہے ہیں- الحاج محمد خیر البشر صاحب ماہِ صیام سے قبل ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو وصال فرما گئے، ان کی مدتِ حیات ۷۹ برس شمار ہوئی - ''خیر البشر'' کے الفاظ کے اعداد ۱۳۴۳ ہوتے ہیں- ان میں ۷۹ جمع کریں تو ۱۴۲۲ھ بنتا ہے یہی ان کا سنِ وصال ہے- مجھے الحاج محمد خیر البشر صاحب مرحوم ومغفور کا جس قدر تذکرہ سننے کو ملا، ان کے جذبات اور خدمات پر رشک ہوا - اللہ کریم ان کی مغفرت

فرمائے-مولانا محمد بدیع العالم رضوی اور مولانا محمد عبداللّٰہ روانی سے اُردو بولتے ہیں اور واقعی یہ دونوں نوجوان اَن تھک مجاہد ہیں، اللّٰہ کریم انہیں مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے-رات تین بجے تک مولانا ابوالبیان ہاشمی سے بنگلا دیش میں ہم مسلک اداروں اور شخصیات کی خدمات اور احوال کا بیان سنتا رہا-انہوں نے بتایا کہ پہلی مرتبہ ان کے والدِ گرامی حضرت امام اہل سنت نے بنگلا دیش میں سیاسی میدان میں بھی بدمذہبوں سے مقابلے کے لئے اہل سنت کو بیدار کیا ہے اور ایک تنظیم کی سرپرستی فرمائی ہے-مولانا نے بتایا کہ چاٹ گام شہر میں اہلِ سنت کے دس بڑے مدرسے ہیں جو حکومت میں رجسٹرڈ ہیں جب کہ دوسروں کے اکثر مدارس سرکاری طور پر رجسٹرڈ نہیں-انہوں نے بتایا کہ ''ڈھاکا، چاٹ گام اور سلہٹ'' یہ تین شہر اس ملک میں دینی و مذہبی جوش و جذبہ رکھنے والوں کے حوالے سے نمایاں ہیں، یہاں کے باشندوں کی اکثریت دِین اور دِین داروں سے عقیدت و محبت رکھتی ہے اور عوام کی اکثریت اہلِ سنت و جماعت ہے لیکن وہی آپس کی نااتفاقی اور بے نظمی کے چلن نے ماحول بدل دیا ہے، جس طرح کام ہونا چاہیئے اگر کیا جائے تو بہت جلد کامیابی ہوگی-مولانا ہاشمی اور محدث حیدر صاحب کو میں نے وہ تمام کتب پیش کیں جو یہاں سے ان کے لئے لے گیا تھا- وہ ان کتب کو پا کر بہت خوش ہوئے-مولانا بیان ہاشمی مہمان داری کا بہت عمدہ وصف رکھتے ہیں، ان کی محبتیں اور محنتیں قابل قدر ہیں- جامعہ احسن العلوم کے تمام انتظام و انصرام کے علاوہ وہ اپنے والدِ گرامی کے اُمور اور اہلِ سنت اداروں وغیرہ سے رابطے کی خدمات بھی انجام دیتے ہیں-انہوں نے بتایا کہ ان کے دادا جان اس بات پر اللّٰہ کا شکر ادا فرماتے تھے کہ ان کے تینوں بیٹے عالم دِین ہیں، مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کے باب میں ان کے گھرانے کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں-جس شخصیت کا تذکرہ سب سے زیادہ ہوتا ہے وہ شیرِ بنگال حضرت مولانا سید عزیز الحق شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ہے- وہ واقعی مثالی اور بہت مبارک شخصیت تھے، اللّٰہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے-مولانا بیان ہاشمی بخوبی جانتے ہیں کہ طلوعِ آفتاب کے بعد ظہر تک میں نیند کرتا ہوں لیکن مدرسہ میں طلبہ کی کثرت تھی اور یہی وقت تعلیم و تدریس کا بھی تھا، تاہم نیند سے آنکھ مچولی ہی میں آرام مل گیا -حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے خادمِ خاص سید نور صاحب بھی خیال فرماتے رہے- سہ پہر میرے پاس محترم مولانا شاہ محمد منیر الحق سراجی قادری تشریف لائے- یہ فتح پور منظور الاسلام سینٹر مدرسہ، مدن ہاٹ، ہاٹ ہزاری میں مدرس ہیں- وہ میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی بہت اہم تصنیف ''راہِ حق'' کا بنگالی زبان میں ترجمہ کر کے اس کی کمپوزنگ بھی کروا چکے تھے، میرے پاس وہ کمپوزنگ لائے اور فرمایا کہ میں اس کتاب کے لئے انہیں تقدیم یا تقریظ لکھ دوں میں نے ان کی اس خدمت پر انہیں مبارک باد پیش کی اور عرض کی کہ وہ اشاعت سے قبل خود بھی نظر ثانی فرمالیں اور کسی ساتھی کو بھی دکھالیں-انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت مولانا فرید احمد صاحب کو دکھا چکے ہیں-مولانا بیان ہاشمی نے خود ہی پیش کش کی کہ وہ نظر ثانی کے لئے تیار ہیں- مولانا منیر الحق سے عرض کی کہ میں تقدیم لکھ کر مولانا ہاشمی کو دے دوں گا وہ ان سے حاصل کرلیں-مولانا بیان ہاشمی اور افاض الدین کے ساتھ حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللّٰہ عنہ کی چلہ گاہ پر گیا اور زیارت و دعا کی-چاٹ گام کے مشہور ٹریڈ فیئر میں چند لمحوں کے لئے وہ مجھے لے گئے-ظفر نیئی کا جملہ یاد آیا ''بنگالی کام کرتا ہے یا پھر لڑتا ہے''-مجھے اندازہ ہوا کہ بنگلا دیش میں جہالت و غربت کے باوجود محنت کا تسلسل ہے واپس آیا تو چاٹ گام کے مشہور خطیب مولانا نوری تشریف لائے- انہوں نے

گذشتہ قومی انتخابات میں بھی حصہ لیا تھا - مولانا نوری بتا رہے تھے کہ وہ پاکستان آنا چاہتے تھے لیکن انہیں ویزا نہیں ملا، وہ عرب امارات بھی جا چکے ہیں - مولانا بیان ہاشمی صاحب نے بتایا کہ امان بازار کا جلسہ شروع ہو چکا ہے پونے بارہ بجے تمہاری تقریر شروع ہوگی کیوں کہ سردی کی وجہ سے زیادہ دیر تک جلسہ جاری نہیں رکھا جائے گا - انہوں نے بتایا کہ عوام کا ہجوم ہے اور سبھی کو تمہارا انتظار ہے - دو برس پہلے اسی مقام پر خطاب کر چکا تھا، اسٹیج پر پہنچا تو سوائے دو تین علمائے کرام کے چاٹ گام کے سبھی علمائے اہل سنت موجود تھے اور ان سب میں اکثر سے میری ملاقات ہو چکی تھی - حاجی ایوب غنی صاحب کے فرزند نے نعت شریف سنائی، حضرت علامہ قاضی سید امین الاسلام ہاشمی نے تعارفی کلمات فرمائے - ڈھائی گھنٹے خطاب جاری رہا اور علماء و عوام نے بڑی محبت سے مجھے سنا - میرے خطاب کے بعد حضرت امام اہل سنت علامہ قاضی سید نور الاسلام ہاشمی نے فرمایا آج یوں لگ رہا تھا کہ حضرت خطیبِ اعظم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی رُوح بول رہی تھی - حضرت نے بہت کچھ فرمایا اور کلماتِ تحسین فرماتے ہوئے ہجوم سے میرے سامنے پوچھا کہ سب کو خطاب سمجھ میں آیا؟ سبھی نے تائید کی اور کہا کہ مزید سننا چاہتے ہیں - میں نے معذرت کی کہ اس وقت مزید خطاب کی ہمت نہیں رکھتا لیکن میں ان سب کی محبت سے بہت متاثر ہوا - جلسے سے واپس آ کر افضل صاحب سے فجر تک فارسی عارفانہ کلام سنتا رہا، مولانا بیان ہاشمی اور دیگر احباب بھی موجود تھے - مجھے مولانا بیان ہاشمی نے بتایا کہ صبح جہاں میں نے جمعہ کا وعدہ کیا ہے، وہ جگہ یہاں سے دو گھنٹے کی مسافت پر ہے اس لئے صبح تم نیند نہیں کر سکو گے - اس خبر کے بعد جو تھوڑی بہت نیند آنی تھی وہ بھی نہیں آئی - مولانا چودھری محمد زکریا خاں ہر سال ماہِ صیام میں کراچی تشریف لاتے ہیں یہ جس مدرسے کی نمائندگی فرماتے ہیں وہاں حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب رضوی ہوتے ہیں - ان کے بارے میں گزشتہ سفرنامے میں تذکرہ کر چکا ہوں کہ یہ محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کے اولین تلامذہ میں سے ہیں اور بریلی شریف میں انہوں نے تحصیلِ علم کا مرحلہ طے کیا تھا - حضرت مولانا مفتی محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کو انہوں نے ہی چاٹ گام بلایا اور متعارف کرایا تھا - ان کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنی تھی - اس علاقے کا نام ''بوال کھالی'' بتایا گیا - گُل گاؤں سے اس کا فاصلہ تو زیادہ نہیں لیکن راستہ ایسا ہے کہ پچیس کلومیٹر کا سفر ڈیڑھ دو گھنٹے میں پورا ہوتا ہے - جی چاہتا تھا کہ وہ پاکستانی جنہیں اپنے وطن اور یہاں پائی جانے والی سہولتوں کی قدر نہیں، انہیں یہاں بلا کر دکھاؤں، وہ دو دن یہ مناظر دیکھ لیں تو اپنے وطن سے مثالی محبت کرنے لگیں - ایک بجنے میں چند لمحے باقی تھے جب ہم بوال کھالی کی ''بوڑھا مسجد'' میں پہنچے - حضرت مولانا محمد ادریس صاحب قبلہ نے بہت پذیرائی فرمائی اور فرمایا کہ جمعہ کا وقت ہو گیا ہے نماز کے بعد تمہارا خطاب ہوگا - انہوں نے اس مسجد کا تعارف کروایا کہ یہ تین سو برس پرانی مسجد ہے اسے ''بوڑھی مسجد'' کی بجائے لوگ بوڑھا مسجد کہتے ہیں اور یہ ایک ولی اللّٰہ نے بنائی تھی - وہ اسی مسجد کے پہلو میں آرام فرما ہیں لیکن ان کی قبر کا نشان بھی باقی نہیں البتہ اتنا احاطہ محفوظ ہے اس مسجد میں لوگ دُور دُور سے آتے ہیں کہ یہاں مرادیں ملتی اور دعائیں قبول ہوتی ہیں - حضرت نے بڑی محبت سے میرے والدِ محترم کا تذکرہ فرمایا اور مجھے جمعہ کا خطبہ پڑھنے اور نماز پڑھانے کو فرمایا - میں نے بہت تردّد کیا لیکن حضرت کے ساتھ تمام نمازی بھی ہم آواز ہو گئے اور مجھے تعمیلِ ارشاد کرنی پڑی - نماز کے بعد دوسری قریبی بستیوں سے بھی بہت لوگ آ گئے اور مسجد میں جگہ نہ رہی - تقریباً ایک گھنٹا خطاب کے بعد صلوٰۃ و سلام اور دعا ہوئی - مجھے

بہت شرمندگی ہورہی تھی کہ سبھی لوگ مصافحے کی بجائے میرے پاؤں چھورہے تھے- مقامی آبادی کے رکن اسمبلی اور مسجد انتظامیہ کے افراد ملاقات کو آئے، ان سے کچھ دیر تبادلہ خیال ہوا پھر حضرت مولانا نے فرمایا کہ ان کے مدرسہ کا سنگِ بنیاد برائے تعمیرِ نو وہ میرے ہاتھوں لگوانا چاہتے ہیں وہاں چلو، خیال تھا کہ یہیں کہیں چند قدم کے فاصلے پر مدرسہ ہوگا لیکن کچے راستے کا طویل فاصلہ طے کرکے چرندیپ پہنچے- وہاں اس دیہات میں ایک مدت سے حضرت کے بزرگوں نے جو علم کی شمع روشن کی تھی وہ سلسلہ آج بھی جاری ہے- کچھ ماہ پہلے حضرت کے اس مدرسے کی عمارت میں آگ لگ گئی تھی- باورچی نے لکڑیاں پوری طرح نہیں بجھائی تھیں، آگ بھڑک اٹھی اور خاصا نقصان ہوگیا- مولانا محمد زکریا خاں نے پاکستان میں اس واقعے کی خبر دی تھی، اب میں بچشمِ خود دیکھ رہا تھا- حضرت نے اس پس ماندہ علاقے میں قیام رکھ کر واقعی بہت قربانی دی ہے- نماز عصر سے پہلے حضرت نے مجھے تعمیرِ نو کا سنگِ بنیاد لگانے کو فرمایا- بنگالی میں تحریر تھی جو میں پڑھ نہیں سکتا تھا- مولانا محمد زکریا خان نے اس کی عبارت پڑھ کر سنائی- دعا کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس رضوی صاحب نے مجھے مدرسے کی عمارت دکھائی، عارضی طور پر چادریں لگا کر تدریس جہاں کی جاتی ہے وہ جگہ دکھائی، اس سادگی سے اتنے پس ماندہ علاقے میں اتنا کام ہورہا ہے کہ دل سے اس کی کامیابی کے لئے دعائیں نکلیں- ایک مدت بعد وہاں میں نے لوٹے سے وضو کیا- عصر کی نماز کے لئے حضرت نے فرمایا کہ امامت کراؤ، اس بہانے لوگوں کو قصر نماز کا مسئلہ بھی معلوم ہوجائے گا- عرض کی کہ مناسب یہی ہے کہ آپ ہی امامت کروائیں تاکہ کسی کی نماز خراب نہ ہو- نماز عصر کے بعد ہجوم جمع ہوگیا- خاصی تعداد میں علماء بھی آگئے- حضرت نے علم اور علماء کے بارے میں خطاب کرنے کو فرمایا- اس گاؤں میں لوگوں نے اُردو میں میرے خطاب کو پوری طرح سمجھا اور بہت پسند کیا، میری جیب میں بنگلا دیشی کرنسی کا ایک ہی نوٹ تھا، میں نے وہ مدرسے کے لئے پیش کردیا، اس وقت جیب میں زیادہ رقم ہوتی تو بھی میرا ہاتھ نہ رُکتا- کراچی کے حاجی عبدالمجید صاحب پردیسی نے ایک منزل کی تعمیر کے لئے لوہا وغیرہ دیا تھا جو وہاں موجود تھا، مجھے خوشی ہوئی کہ اس مدرسے کی اعانت انہوں نے کی- مغرب سے پہلے صلوٰۃ وسلام ہوا اور دعا ہوئی- حضرت نے چائے کے ساتھ بہت اہتمام کیا ہوا تھا- چائے میں پیتا نہیں، البتہ نہایت لذیذ رس ملائی ضرور کھائی، واقعی گاؤں میں اتنی عمدہ رس ملائی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا- وہاں سے واپس ہوا تو راستے میں لوگ دونوں طرف کھڑے تھے اور سلام کررہے تھے- یہ بات بھی میں نے دیکھی کہ کہیں گاڑی کھڑی ہوتی تو چاٹ گام میں لوگ مذہبی شخصیات کو سلام ضرور کرتے ہیں- کُل گاؤں واپس پہنچے تو رات ہوچکی تھی، مولانا چودھری محمد زکریا خاں نے اسی راستے پر پھر واپس جانا تھا، وہ سارے راستے پوچھتے رہے کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤں، وہ شکریہ ادا کرتے رہے، مجھے خوشی تھی کہ اس طَوران کی محبتوں کا کچھ بدل تو شاید ہوا ہوگا- وہ بتاتے رہے کہ حضرت مولانا مفتی وقارالدین صاحب جب یہاں تھے تو کیا ہوتا تھا- مولانا محمد زکریا خاں انہیں ایک مٹھائی کھلاتے تھے جو انہیں بہت پسند تھی- انہوں نے بتایا کہ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی ان کے ہاں آچکے ہیں- مولانا محمد زکریا خاں صاحب اگلے روز ملنے کا کہہ کر چلے گئے- مولانا بیان ہاشمی میرے منتظر تھے- دستر خوان بچھ گیا، محدث مولانا حیدر صاحب بھی آگئے اور پھر کمرا بھر گیا- حضرت امام اہل سنت کے فرزندان، ان کے برادرزادے جمع ہوگئے- مولانا محمد بدیع العالم رضوی، مولانا محمد عبداللہ اور ایک نوجوان عالم ان کے ساتھ اور آئے مولانا محمد اقبال صاحب، دیر تک ان سب

سے گفتگو ہوتی رہی-محدث صاحب علمی اشکال بیان کرتے رہے-مولانا محمد بدیع العالم صاحب نے بتایا کہ اتوار کو عصر کے بعد وہ رضا اسلامی اکاڈمی کی طرف سے استقبالیہ کا اہتمام کررہے ہیں اس موقع پر مرحوم الحاج محمد خیرالبشر صاحب کی یاد میں ایک یادگاری مجلّہ شائع ہورہا ہے- وہ بہت متحرک اور فعال رہتے ہیں-خوشی ہوئی کہ مسلکِ حق کی خدمت کے لئے نوجوان آگے بڑھ رہے ہیں-محترم مولانا محمد محی الدین صاحب تشریف لائے - یہ فیض الباری سینیئر مدرسہ میں استاذ الحدیث ہیں-وہ دو کتابیں ساتھ لائے - ایک ''الذکر الجمیل فی حلیۃ الحبیب الخلیل (ﷺ)'' اور دوسری ''معراج النبی (ﷺ)'' -ایک میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی شاہ کار تصنیف ہے دوسری حضرت غزالی زماں امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کی کتاب ہے- یہ دونوں مولانا محمد محی الدین صاحب نے بنگالی میں ترجمہ کرکے خود شائع کروائی ہیں- میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اس خدمت پر انہیں مبارک باد پیش کی- کتاب ''ذکر جمیل'' سے ایک دو مقامات کا ترجمہ ان سے سنا، تاکہ اندازہ کروں کہ کیا مفہوم انہوں نے پیش کیا ہے-ان سے عرض کی کہ ذکرِ جمیل کی نئی طباعت اُردو میں آ گئی ہے، بہت سے حوالوں کے صفحہ نمبر پہلی اشاعت میں نہیں تھے، میں نے شامل کردیئے ہیں، آئندہ وہ ذکرِ جمیل شائع کریں تو نظرِ ثانی فرمالیں- مجھے فی الواقع ان لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی، ان علماء کی یہ خدمات جہاں انہیں ممتاز کرتی ہیں وہاں مسلکِ حق کی تبلیغ واشاعت میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں-تھکن سے بدن ٹوٹ رہا تھا لیکن پتا ہی نہیں چلا اور رات بیت گئی- مدرسہ میں پانی گدلا آتا ہے اور اس میں پائپ کے زنگ کی بو بھی تھی لیکن جو وہاں رہتے ہیں وہ تو یہی پانی پیتے بھی ہیں، میرے لئے تو وہ منرل واٹر لاتے رہے- ہفتے کے دن ظہر کے بعد حضرت امام اہل سنت کے ساتھ فٹک چری، آزادی بازار، دھرما پور کے علاقے میں جانے کے لئے روانہ ہوئے- راستے میں پیر سید احمد اللّٰہ شاہ مج بھنڈاری کا مزار شریف آیا- یہ بزرگ حضرت امام اہل سنت کے والدِ گرامی حضرت علامہ سید احسن الزمان علیہ الرحمہ کے پیر بھائی ہیں-سو سال قبل ہوئے-مزار شریف کی عمارت عمدہ ہے لیکن مزار شریف کے گنبد کے اوپر جو تاج بنایا گیا ہے وہ دُور سے ''کراس'' نظر آتا ہے مجھے سخت ملال ہوتا ہے کہ ہمارے کچھ سادہ لوح بزرگ یہ معلومات نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ طرزِ تعمیر میں بھی اپنے عقائد و نظریات کا پرچار کرتے ہیں، کتنی مساجد میں شیشے کا کام پاکستان میں بھی ایسا دیکھا کہ اسٹار آف ڈیوڈ (چھ کناروں کا ستارہ) اس میں موجود تھا- اِن حضرت سید احمد اللّٰہ کے مرشد گرامی حضرت صالح لاہوری بتائے گئے-حضرت امام اہل سنت نے مجھے ان کے احوال سنائے-مزار شریف پر بہت ہجوم رہتا ہے-عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے ہم راستے میں ایک مسجد میں گئے- اس کے ساتھ ایک مدرسہ تھا، وہاں کے سب لوگ بھی حضرت امام اہل سنت کی خبر پا کر جمع ہوگئے، وقت کم تھا، ہمیں جلسہ گاہ پہنچنا تھا کچھ راستہ کچا تھا، مغرب سے کچھ پہلے وہاں پہنچے- مفتی ابراہیم صاحب ایک گھر میں لے گئے جہاں عصرانے کا اہتمام تھا، ہم دس منٹ وہاں ٹھہرے اور پھر جلسہ گاہ میں آ گئے- حضرت امام اہل سنت نے فرمایا اب کوئی عُذر نہ کرو اور مغرب کی نماز کی امامت کرو-تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے میں نے نماز پڑھائی پھر جلسہ شروع ہوا- اسٹیج پر خاصی تعداد میں علمائے کرام موجود تھے، ایک نعت شریف کے بعد میزبانوں نے حضرت امام اہل سنت اور مجھے نہایت خوش نما گل دستے پیش کئے اور اس کے بعد حضرت امام اہل سنت نے مختصر خطاب کیا اور پھر مجھے متعارف کروایا- ہجوم ہزاروں کی تعداد میں تھا، سردی کی وجہ سے پنڈال کے اطراف بھی قناتیں لگائی گئی تھیں، پونے دو گھنٹے

خطاب جاری رہا- مسلسل نعروں کی گونج بتارہی تھی کہ سبھی پوری طرح سمجھ بھی رہے تھے- تقریر ختم ہوتے ہی صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا- قرأت اور نعت خوانی میں بنگلا دیش کے احباب کی خوش الحانی بھی قابلِ داد ہے- کہیں کہیں تلفظ میں کسر ہے لیکن ادائی خوب ہے- وہاں سے واپسی پر مفتی ابراہیم صاحب بھی ساتھ ہوگئے- راستہ بدل کر چلے تو حضرت غریب اللہ علیہ الرحمہ کا مزار آیا- مفتی ابراہیم صاحب نے بتایا کہ حضرت کے مزار شریف کے احاطے میں ایک مرتبہ چور آ گئے اس وقت خادمین یا زائرین میں سے کوئی بھی نہیں تھا- چوروں نے جو سامان قیمتی پایا وہ جمع کر کے جانے لگے تو دروازہ ازخود بند ہوگیا اور اس کا شور ہوا تو لوگ بیدار اور متوجہ ہوئے اور چور پکڑے گئے مگر ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا گیا کیوں کہ سامان محفوظ رہا تھا اور چوروں کے لئے عبرت کا سامان ہوگیا تھا- مفتی صاحب نے بتایا کہ انہی حضرت غریب اللہ کے فرزند کا یہ واقعہ بھی زبان زدِ عام ہے کہ انہوں نے خود ہی لوگوں کو اپنے جنازے میں مدعو کیا تھا، ساری بستی کو بتا دیا تھا کہ ظہر کے بعد جنازہ ہوگا اور یہ بات فجر میں کہی تھی - اسے کیا کہا جائے کہ کسی نے بھی نہ پوچھا کہ کس کا جنازہ ہوگا ؟ اور چاشت کے وقت وہ خود ہی چل بسے تو لوگوں کو جنازے پر معلوم ہوا کہ خود وہ اپنے جنازے ہی کی دعوت دے گئے تھے- ان کا نام حضرت اظہار باللہ تھا- مفتی ابراہیم صاحب نے ایک لطیفہ بھی سنایا- انہوں نے کہا کہ صاحب زادہ سید حامد سعید کاظمی جب چاٹ گام تشریف لائے تو انہیں ہوٹل میں ٹھہرایا گیا تھا اور دو افراد ان کی خدمت کے لئے وہاں موجود تھے- بنگالی لہجے میں ٹوٹی پھوٹی اُردو وہ بول لیتے تھے- خادمین میں سے ایک شخص سوگیا، حضرت صاحب زادہ صاحب نے بیدار ہوکر دوسرے سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس خادم نے اپنے ساتھی کے لئے بتایا کہ ''وہ گُم گیا''- صاحب زادہ صاحب کچھ پریشان اور بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ کیسے گُم گیا؟ خادم نے پھر کہا کہ وہ گُم گیا- حضرت نے فرمایا کہ پتا کرو کیسے گُم گیا، کہاں گیا؟ وہ پریشان تھے، اور بعد میں جب انہیں معلوم ہوا کہ بنگالی میں نیند کو ''گُم'' کہتے ہیں اور گُم گیا کا مطلب ہے ''سوگیا'' تو صاحب زادہ صاحب کی پریشانی مسکراہٹ میں بدل گئی -فٹک چری سے گُل گاؤں پہنچے تو دس بج رہے تھے- اس شب احسن العلوم میں ماہانہ محفل تھی- حضرت امام اہل سنت کے والد گرامی ہر چاند کی ستائیس تاریخ کو امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ کی یاد میں اجتماع کیا کرتے تھے وہی طریق ان کے فرزندان نے قائم رکھا ہے- گاڑی سے اترتے ہی محفل میں حاضر ہوگیا- محدث حیدر صاحب نے اپنا بیان روک کر میرا اعلان کردیا اور بہت محبت وعقیدت سے ذکر فرمایا- پون گھنٹا اس محفل سے تصوف کے حوالے سے خطاب کیا- حضرت امام اہل سنت ہر خطاب میں جن باتوں سے خوش ہوتے برملا اظہار فرماتے- یوں خوب حوصلہ افزائی ہوتی -حضرت نے میرے خطاب کے بعد بتایا کہ احسن العلوم میں ماہِ ربیع الاول میں بارہ روزہ محافلِ میلاد شریف ہوتی ہیں اور فرمایا کہ ایک محفل میں تم بھی شرکت کرنا- حضرت نے خود جیب سے عطر نکال کر تمام حاضرین کو لگانے کے لئے دیا پھر صلوٰۃ وسلام کے بعد مجھے ہی دعا کے لئے فرمایا- اس محفل میں حاجی ایوب غنی صاحب بھی اپنے رفقاء سمیت موجود تھے- محفل کے بعد کمرے میں آیا تو حاجی ایوب غنی صاحب کا مطالبہ تھا کہ اگلی شام دعوتِ اسلامی کے مرکز میں بھی خطاب کروں جب کہ اگلی شب گیارہ بجے میری روانگی تھی اور سہ پہر رضا اسلامک اکاڈمی کا استقبالیہ تھا- ان سے کہا کہ آخر وقت میں پروگرام کیوں رکھنا چاہتے ہیں؟ لیکن حاجی عبدالرزاق صاحب، حاجی ایوب غنی صاحب اور احباب کے اصرار میں مولانا بیان ہاشمی کی سفارش بھی

شامل تھی جب کہ میں مولانا محمد بدیع العالم رضوی کو زیادہ وقت دینا چاہتا تھا- ایک گھنٹا ان احباب سے گفتگو ہوتی رہی اتنے میں معلوم ہوا کہ آج کھانا حضرت علامہ قاضی سید امین الاسلام ہاشمی کے ہاں ہے- شب کے بارہ بج چکے تھے- حضرت کے ہاں گزشتہ سفر میں بھی پُر تکلف دعوت کا اہتمام ہوا تھا- اس مرتبہ بھی ویسا ہی اہتمام تھا- مولانا محمد انیس الزماں صاحب بھی موجود تھے- یہ میرے والدِ گرامی کی کتاب ''شامِ کربلا'' کا بنگالی میں ترجمہ کررہے ہیں، بہت ذہین اور باذوق ہیں، اُردو اشعار کا وہ بنگالی میں بھی منظوم ترجمہ کرتے ہیں- حضرت قاضی صاحب کے داماد ہیں- کھانے کے بعد دیر تک حضرت سے گفتگو ہوتی رہی -حضرت کے ایک فرزند سید عاشق الرحمٰن ہاشمی کمپیوٹر کے حوالے سے اپنی کارکردگی بتاتے رہے- اپنے کمرے میں آیا تو مولانا بیان ہاشمی بتارہے تھے کہ یہاں کے علماء واحباب تم سے بہت خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم یہاں زیادہ وقت دو- ان کا اصرار تھا کہ ربیع الاول کے مہینے میں بھی آ ؤ- امان بازار میں ہونے والی سنّی کانفرنس کے منتظمین سب جمع ہوگئے ان میں سے زاہدالعالم صاحب نے میرے کہنے پر داڑھی رکھ لی ہے، ان کا چہرہ سج گیا ہے- یہ سب یہ کہنے آئے کہ ہر سال ہمارے اجتماع میں ضرور آنا ہوگا - میں نے بہت کہا کہ میرے لئے آسان نہیں اور میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر اتنا خرچ کیا جائے - میں نے انہیں پاکستان کی چند مشہور شخصیات کے نام بتائے کہ انہیں بلائیں لیکن وہ سب اتنی رات گئے یہی جتانے آئے تھے کہ وہ مجھے کتنا چاہتے ہیں- ان کا کہنا تھا کہ وہ خاطر خواہ مدارات نہیں کر سکتے لیکن عقیدت ومحبت بہت رکھتے ہیں- میں نے انہیں دعائیں دیں اور ان سب سے بھی دعاؤں کے لئے کہا- اس سفر کی چاٹ گام میں یہ آخری رات تھی- جناب عارف علی خاں سے ڈھاکا رابطے کی بہت کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں ملے تھے- پیر کی صبح گیارہ بجے ڈھاکا سے واپسی کا وقت تھا اور چاٹ گام سے ڈھاکا تک پیر کی صبح کوئی پرواز نہیں تھی جو بروقت پہنچاتی - اتوار کی شب گیارہ بجے ریل گاڑی سے سفر طے پایا تھا- مولانا بیان ہاشمی فجر تک مختلف امور پر گفتگو کرتے رہے- اس دوران اُن کے بھائی مولانا ابوالعرفان ہاشمی تشریف لائے اور بتایا کہ وہ حج پر قافلہ لے جارہے ہیں- مولانا ابوالعرفان کی کچھ ماہ پہلے ہی شادی ہوئی ہے وہ کچھ مسائل پر بھی بات کرتے رہے- ان کے چھوٹے بھائی سید شرف الدین جنید المصطفیٰ جو خوش الحان نعت خوان ہیں اپنی دو آڈیو کیسٹیں لائے، ان کی آواز میں نعتیں ان کیسیٹوں میں ریکارڈ کی گئی تھیں- ان کے عم زاد مولانا سید شاہد الرحمٰن اور دوسرے بھائی سید ابوالاحسان بھی آئے- ''محبت فاتح عالم'' ہے، ان سب سے میری دوسری ملاقات تھی لیکن اتنی اپنائیت اور محبت کا مظاہرہ تھا جیسے ایک ہی خاندان کے فرد ہوں- اللّٰہ کریم ان سب کو خوش رکھے-

اتوار کی صبح سبھی کو معلوم تھا کہ آج شب میری روانگی ہے اس لئے ہجوم رہا- مولانا بیان ہاشمی صاحب سے عرض کی کہ مجھے بچوں کے لئے بازار سے کچھ لینا ہے، انہوں نے صرف ایک گھنٹے کی مہلت دی اور پھر رضا اسلامک اکاڈمی کے استقبالئے میں لے گئے- مولانا محمد بدیع العالم رضوی اور مولانا محمد عبداللّٰہ ہمارے منتظر تھے، والہانہ استقبال کرتے ہوئے انہوں نے پہلے مسجد کے لئے وہ مختص جگہ دکھائی جو الحاج محمد خیر البشر صاحب مرحوم وقف کر گئے تھے- پھر انہوں نے رضا اسلامک اکاڈمی کا دفتر دکھایا، مطبوعات دکھائیں، وہیں ہم نے نماز ادا کی -عصر کے بعد پروگرام شروع ہوا- جو کتب اور سی ڈیز میں ان کے لئے لے گیا تھا انہیں پیش کیں اور اس کے بعد مولانا محمد بدیع العالم صاحب نے اکاڈمی کی مطبوعات اور شیلڈ اور مجلّہ پیش کیا- مولانا

محمد عبداللّٰہ نے سپاس نامہ اُردو کے عمدہ لہجے میں پڑھا اور فریم شدہ مجھے پیش کیا اور اس کے بعد اتنا عمدہ ہار مجھے پہنایا کہ میں اس کی مہک میں کھو گیا - اس تقریب میں چاٹ گام کے اکابر و اصاغر علماء و مشائخ سبھی شریک ہوئے - حضرت امام اہل سنت علامہ ہاشمی کے علاوہ خطیبِ بنگال حضرت مولانا جلال الدین صاحب اور کسی یونی ورسٹی کے وائس چانسلر بھی رونق افروز تھے، اس تقریب میں ایک شخصیت سے بالمشافہ پہلی ملاقات ہوئی، یہ ہستی حضرت مولانا محمد عبدالمنان صاحب کی تھی جو امام اہل سنت علامہ سید نورالاسلام ہاشمی کے داماد ہیں اور ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے کنزالایمان کا بنگالی میں ترجمہ کرکے شائع کیا ہے، اور اب تفسیر نورالعرفان کے ترجمے میں مشغول ہیں - خطیبِ بنگال حضرت مولانا جلال الدین کے ان کے لئے الفاظ یہ تھے کہ انہوں نے کنزالایمان کا ترجمہ بنگالی میں کرکے دنیائے اہلِ سنت پر احسان کیا ہے - حضرت مولانا سلیمان انصاری سے بھی پھر ملاقات ہوئی، گزشتہ سفر میں وہ مجھے ملنے خود تشریف لائے تھے - مغرب کے وقت مجھے حاجی ایوب غنی صاحب کے ساتھ دعوتِ اسلامی کے احباب سے ملنے اسد گنج جانا تھا - اس لئے مغرب سے پہلے ہی میرا خطاب ہوا، مولانا محمد بدیع العالم رضوی اور مولانا محمد عبداللّٰہ اور ان کے رفقاء کو میں نے بہت مبارک باد دی کہ پانچ برسوں میں ان نوجوانوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، علماء سے عرض کی کہ وہ ان کی حوصلہ افزائی کریں اور تعاون بھی کریں - خطیب بنگال مولانا جلال الدین نے فرمایا کہ یہ دونوں اسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہیں جو عاشقِ رسول اعلٰی حضرت بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی تعلیمات و تحریرات کے مطابق مسلکِ حق اہل سنت و جماعت کے فروغ کے لئے قائم ہوا ہے اور ایک ولی اللّٰہ کا قائم کیا ہوا مدرسہ ہے - مولانا عبدالمنان نے بھی خطاب فرمایا - آخری خطاب امام اہل سنت علامہ ہاشمی کا میں سن نہیں سکا، مجھے مولانا بیان ہاشمی اور حاجی ایوب غنی صاحب ، دعوتِ اسلامی کے مرکز لے گئے - وہاں پہنچنے میں کچھ دیر ہوگئی، لوگ منتظر تھے، مغرب کے بعد عشاء تک وہاں اسلام کی دعوت کے حوالے ہی سے میرا بیان ہوا - حاجی عبدالرزاق صاحب اپنے مکان میں لے گئے جہاں انہوں نے طعام کا اہتمام کیا ہوا تھا جب کہ کھانے کا وعدہ مولانا محمد عبداللّٰہ کے ہاں تھا - حاجی صاحب بہت محبت و عقیدت کا مظاہرہ کررہے تھے، ان کے بھائی اور احباب سبھی جمع تھے - یہ علاقہ بہت گنجان اور نہایت مصروف بازار کا تھا - یہاں عمارتی سامان کی دکانیں تھیں، ٹریفک وہاں بڑا مسئلہ ہے - وہاں سے ہم مولانا محمد بدیع العالم اور مولانا محمد عبداللّٰہ کو لے کر ان کے والدِ گرامی کے مرقد پر گئے اور فاتحہ خوانی کی - الحاج محمد خیرالبشر صاحب مرحوم کی تعمیر کردہ مسجد اور مدرسہ کی عمارت دیکھی وہاں موجود امام صاحب کراچی میں کچھ عرصے رہ چکے تھے - وہ اپنی یادداشت دُہراتے رہے - میں الحاج خیرالبشر کی خدمات سے مزید متاثر ہوا - مولانا محمد عبداللّٰہ کے ہاں گئے وہاں ان کے قرابت دار جمع تھے - نہایت پُرتکلف کھانے کا وہاں اہتمام تھا اور وقت بہت کم تھا، مولانا محمد عبداللّٰہ چاہ رہے تھے کہ وہ مجھے بہت سا کھانا کھلا دیں، ان کی معمر والدہ محترمہ نے میرے لئے روٹیاں پکائی تھیں، واضح رہے کہ بنگلا دیش میں روٹی بہت ہی کم لوگ کھاتے ہیں - وہاں ''بھاؤ'' (چاول) ہی دو وقت کھانا معمول ہے - میں نے چند لقمے لئے مولانا محمد عبداللّٰہ نے بہت عقیدت کا مظاہرہ کیا، دل سے ان کے لئے دعائیں نکلیں - گُل گاؤں واپس پہنچتے پہنچتے ہمیں سوا دس بج گئے تھے، کمرا بھرا ہوا تھا، مدرسے کے تمام طلبہ اساتذہ بھی الوداع کہنے کو موجود تھے - جلدی سے سامان باندھا اور احباب سے ملا، حضرت امام اہل سنت علامہ ہاشمی بھی تشریف لائے اور شفقت فرمائی - دعا مجھ سے کروائی اور رخصت کیا - طلبہ نے نعرے لگائے - مولانا

عبدالمنان صاحب نے کنزالایمان کا بنگالی ترجمہ مجھے عطا کیا - وہ ریلوے اسٹیشن تک ساتھ آئے ، انہوں نے بتایا کہ وہ دس برس پہلے مجھے دبئی میں ملے تھے اور میرا بیان سنا تھا، وہ فرمارہے تھے کہ وقت نہیں ملا ورنہ وہ تفسیر نورالعرفان کے بعض مقامات کے ترجمے میں پیش آنے والی مشکلات پر بات کرنا چاہتے تھے - راستے میں ان سے مفید گفتگو رہی - مولانا بیان ہاشمی نے دو نوجوان ڈھاکا تک میرے ساتھ کردیئے تھے - ریلوے اسٹیشن پر امان بازار سنّی کانفرنس والے اور جانے کتنے احباب جمع ہوگئے تھے سبھی اصرار کررہے تھے کہ آئندہ برس پھر ضرور آنا، مولانا بیان ہاشمی آب دیدہ ہوگئے - مولانا عبدالمنان نے دعا کی - گاڑی روانہ ہوئی - صبح فجر کی نماز ڈھاکا شہر پہنچ کر ادا کی - ڈھاکا کا ریلوے اسٹیشن قابلِ دید ہے - شہر میں رمنا پارک ، پارلیمینٹ ہاؤس ، پرائم منسٹر آفس ، ہوٹلز کی عمارتیں اور کچھ شاہ راہیں قابلِ ذکر ہیں - سات منزلہ مسجد بیت المکرّم جس میں پچیس ہزار نمازیوں کی وسعت ہے اپنی عمارت میں منفرد ہے - نو بجے صبح ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے ، بنگلا دیش کا یہ میرا دوسرا سفر تھا ، ان اسفار میں میرے قیام کا دورانیہ دو ہفتے بھی نہیں تھا لیکن اس مختصر مدت میں کتنے بہت سے کام ہوگئے ، کتنے احباب سے رابطہ ہوا ، اللّٰہ کریم حضرت مولانا ابوالبیان ہاشمی کو اپنی خاص رحمت و برکت سے نوازے کہ انہیں اپنے بزرگوں کی تربیت سے مسلکی پختگی اور نیکی کا شوق وافر ملا ہے ، اللّٰہ کرے اور زیادہ - وہ خود عالمِ دِین ہیں ، والدِ گرامی عالم ہیں ، دادا محترم عالم تھے ، سارا گھرانہ علم وعمل کی تنویر ہے - اللّٰہ کریم اس گھرانے میں علم وعمل کا یہ تسلسل اور مسلک حق کی اشاعت کا یہ فیضان جاری رکھے - آمین

☆☆☆